اگلے جنم موہے بیٹا نہ کیجو (ناولٹ)

3

قرۃ العین حیدر

قرۃ العین حیدر جنھیں اردو زبان مین " عینی آپا" کے نام سے جانا جاتا ہے، اردو کی ممتاز اور مشہور قلم کار ہیں۔ ان کے والد سجاد حیدر یلدرم بھی اپنے زمانے کے مشہور افسانہ نگار تھے۔ قرۃ العین حیدر 1927ء میں پیدا ہوئیں۔ انھوں نے 1947ء مین انگریزی ادب میں ایم۔ اے کیا اور مزید تعلیم کے لیے لندن چلی گئیں ۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد وہ کئی سال تک بمبئی کے انگریزی رسالے " امپرنٹ" اور "السٹرٹیڈ ویکلی" سے وابستہ رہیں۔ اس کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ اسلامیہ میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں کا پہلا مجموعہ "ستاروں سے آگے " 1947ء میں شائع ہوا۔ بعد میں اور بھی افسانوں کے مجموعے شائع ہوئے۔ " میرے صنم خانے"، "سفینۂ غم"، "آگ کا دریا" "کار جہاں دراز ہے" "آخری شب کے ہم سفر"، "گردش رنگ چمن" اور "چاندنی بیگم" ان کے ناول ہیں۔ ان میں "آگ کا دریا" کو " جدید کلاسیک" کا درجہ حاصل ہوچکا ہے۔ ناولوں اور افسانوں کے علاوہ قرۃ العین حیدر کے چار ناولٹ اور بہت سارے ترجمے بھی شائع ہوچکے ہیں۔

3.1 تلخیص

ناولٹ "اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو" کافی طویل ہے۔ اس لیے آپ کی کتاب میں اس کا صرف آخری حصہ شامل کیا جارہا ہے۔ آپ اس حصّے کو اچھی طرح سمجھ سکیں، اس کے لیے ناول کی کہانی کو مختصر کرکے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

ناولٹ "اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو" دو بہنوں "رشک قمر" اور "جملین" کی کہانی ہے۔ جملین پاؤں سے معذور ہے۔ دونوں بہنوں نے مترنم آواز پائی ہے اور گانا بہت اچھا گاتی ہیں۔ ان دونوں کی ایک خالہ ہیں جو شوہر کے لاپتہ ہوجانے کے بعد اپنی بہن یعنی رشک قمر کی ماں کے پاس حسین آباد (لکھنؤ) آگئی ہیں اور ان کے ساتھ ہی رہنے لگی ہیں۔ دونوں بہنوں کی کہانی یہیں سے شروع ہوتی ہے۔

دونوں بہنوں کی ماں ان کے بچپن میں گزر جاتی ہیں۔ باپ ہوتے ہوئے بھی لاپتہ ہے۔ لہٰذا خالہ کے ساتھ رہنے لگتی ہیں۔ خالہ بہت بیمار ہیں۔ انھیں تپ دق ہوگئی ہے۔ ڈاکٹر کے کہنے پر بھوالی جانے کا پروگرام بناتی ہیں۔ راستے میں چوری ہوجانے کی وجہ سے بھوالی نہیں پہنچ پاتیں اور مجبوراً بھانڈ نما حجام سے نکاح کرلیتی ہیں اور اسی پہاڑی علاقے میں گانے بجانے کا پیشہ اختیار کرلیتی ہیں۔ مگر کچھ عرصے بعد حالات سے مجبور ہوکر لکھنؤ واپس آجاتی ہیں اور ایک ڈپٹی صاحب کی حویلی سے ملے ہوئے نوکروں کے کوارٹروں میں ایک کوٹھری کرائے پر لے کر اس میں رہنے لگتی ہیں رشک قمر بڑی ہوکر بہت خوبصورت ہوگئی ہے۔ اس لیے ڈپٹی صاحب اس پر بہت مہربان ہیں۔ ڈپٹی صاحب کی بیوی اس بات پر ناراض ہوکر ایک دن رشک قمر کی خالہ پر برس پڑتی ہیں۔ آغا فرہاد جو ڈپٹی صاحب کے بیٹے ہیں، اپنی ماں اور رشک قمر کی خالہ کی نوک جھونک سن کر یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور ایک الگ مکان میں ان تینوں کے رہنے کا انتظام کردیتے ہیں۔ آغا فرہاد کے ریڈیو اسٹیشن پر کافی اچھے تعلقات ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے ایک دوست ورما صاحب کی مدد سے ان بہنوں کو شعر و شاعری اور موسیقی کے پروگرام دلوانے شروع کردیتے ہیں اور اس طرح دونوں بہنوں کے حالات سدھرنے لگتے ہیں۔ ورما صاحب ان دونوں بہنوں کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اور ان دونوں کے ساتھ ایک پہاڑی لڑکی موتی کو لے کر رقص و موسیقی کا ایک پورا ادارہ "سونگ برڈز کلب" قائم کرلیتے ہیں۔ انھوں نے موتی کا نام صدف آرا بیگم اور جملین کا نام جل بالا لہری رکھا ہے۔ سونگ برڈز کلب کے پروگراموں کے ذریعے جلد ہی یہ تینوں لکھنؤ کی کلچرل سوسائٹی پر چھا جاتی ہیں اور اونچی سوسائٹی کی روح رواں بن جاتی ہیں۔ بیساکھی کے سہارے زندگی گزارنے والی جملین اس خوش حال زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک جگہ کہتی ہے "ہم نے کبھی زندگی میں سکھ چین دیکھا ہی نہیں۔ اب جو اچانک یہ ہمارا ماحول بدلا ہے۔ اس میں بھی کوئی دھوکہ نہ ہو ...... بجیا تو سخت جان ہیں ...... ہم نہیں ہیں۔"

رشک قمر مشاعروں کی جان بن جاتی ہیں اور اپنی مترنم آواز کی بدولت مشاعرے لوٹ لیتی ہیں۔ مگر ان کی زندگی کا راز فاش ہوجانے سے دوسری خواتیں شعرا برہم ہوجاتی ہیں اور جن مشاعروں میں رشک قمر بھی مدعو ہو، اس کا بائیکاٹ شروع کردیتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رشک قمر کے پاس مشاعروں کے دعوت نامے آنے بند ہوجاتے ہیں۔ اسی دوران رشک قمر کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ جس کی پرورش کے لیے آغا فرہاد ہر مہینے رشک قمر کو ایک معقول رقم دیتے ہیں۔ پھر اپنے والدین کی مرضی سے شادی کرکے الگ باعزت زندگی گذارنے لگتے ہیں۔ مگر رشک قمر کو ماہانہ پیسے بھیجنا کبھی نہیں بھولتے۔

رشک قمر ہی کے یہاں ایک ایرانی سے ایک لڑکی بھی پیدا ہوتی ہے۔ مگر وہ ایرانی اس سے بہانہ کرکے ہمیشہ کے لیے لاپتہ ہوجاتا ہے۔ رشک قمر ماں ہے، کسی نہ کسی طرح دونوں بچوں کی پرورش کرتی ہے۔ اور دونوں بچے بڑے ہوجاتے ہیں۔ مگر رشک قمر کی قسمت میں لکھی مصیبتوں کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ لڑکا آفتاب بڑا ہوکر بمبئی بھاگ جاتا ہے اور پھر پلٹ کر ماں بہن کی کوئی خبر نہیں لیتا۔ رشک قمر آفتاب کی طرف سے مایوس ہوکر اپنی بیٹی ماہ پارہ کے ایرانی باپ کی تلاش میں نکلتی ہے اور جوان بیٹی کو لے کر چھپتے چھپاتے کراچی پہنچ جاتی ہے۔ پیٹ پالنے کے لیے ایک جاپانی کے گھر میں ماماگیری کرنے لگتی ہے۔ ساتھ ہی ماہ پارہ کے باپ کی تلاش میں بھی لگی رہتی ہے۔ ماں کی توجہ کم ہونے اور چمک دمک والی زندگی گزارنے کی لالچ میں ماہ پارہ غیر قانونی دھندا کرنے والے لوگوں کے چنگل میں پھنس جاتی ہے اور آخرکار قتل کردی جاتی ہے۔

دکھوں کی ماری رشک قمر کراچی سے واپس لوٹتی ہے۔ رشک قمر کراچی میں رہائش کے دوران جمیلن خالہ خالو کے ساتھ لکھنؤ میں رہتی ہے۔ صدف آرا بیگم کسی امریکن سے شادی کرکے امریکہ جانے لگتی ہے تو اپنی ساری چیزوں کے ساتھ بینک میں رکھی ہوئی رقم بھی صدف جمیلن کو دینا چاہتی ہے۔ مگر غیور اور خود دار طبیعت جمیلن کسی طرح اس پر راضی نہیں ہوتی اور صدف کا تمام پیسہ اس کے والدین کو دے دیتی ہے۔ خالہ خالو بہت بوڑھے ہوچکے ہیں۔ جمیلہ بھی کمزور ہوگئی ہے اور بیساکھی کے سہارے بھی چلنے کے قابل نہیں رہ گئی ہے۔ اس لیے پلنگ پر بیٹھے بیٹھے چکن کاڑھنے کا کام کرنے لگتی ہے۔ اور اس طرح اپنا اور خالہ خالو کا پیٹ پالتی ہے۔ دونوں بہنیں ایک دوسرے کی خیر خبر جاننے کے لیے ایک دوسرے کو خط لکھتی ہیں، مگر وہ خط کبھی ایک دوسرے کو نہیں ملتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے سے بے خبر رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ جمیلہ کا انتقال ہوجاتا ہے اور رشک قمر کو اس کا پتہ نہیں چل پاتا۔

رشک قمر اپنی بیٹی ماہ پارہ کو اس کے باپ کے پاس پہنچانے کے چکر میں ماہ پارہ کو کھو کر آخر کار لکھنؤ واپس آتی ہے۔ یہاں آکر اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی معذور بہن جمیلن کا انتقال ہوچکا ہے۔ مگر اس نے زندگی میں اتنے دکھ اٹھائے ہیں اور اتنے آنسو بہائے ہیں کہ اس خبر کو سن کر بھی اس کی آنکھیں

نم نہیں ہوتیں۔ شاید دکھوں نے اس کی آنکھیں خشک کردی ہیں۔ رشک قمر ایک بار پھر کوشش کرتی ہے کہ شعرو شاعری کی دنیا میں اپنے قدم جمالے، مگر جلد اسے یہ اندازہ ہوگیا کہ ان محفلوں میں وہ اب ماضی کا حصہ بن گئی ہے۔ مجبور ہوکر وہ بھی جمیلن کی طرح چکن کی کڑھائی کو اپنا ذریعہ معاش بنالیتی ہے۔

3.2 مقاصد

اس سبق کو پڑھنے کے بعد آپ :

- سبق میں آئے ہوئے مشکل الفاظ کو سمجھ لیں گے اور اپنی گفتگو میں استعمال کریں گے۔
- اس بات کو سمجھ لیں گے کہ لکھنوی زبان میں ایک قسم کی لچک اور نرمی ہوتی ہے۔
- سبق میں آنے والے محاوروں کے معنی سمجھ لیں گے اور انھیں اپنے جملوں میں استعمال کر سکیں گے
- قرۃ العین حیدر کے اسلوب بیان کو سمجھ لیں گے۔

اگلے جنم موہے بیٹا نہ کیجو

3.3 اصل سبق

" اگلے جنم موہے بیٹانہ کیجو" (اقتباس)

آیئے اب پورے سبق کو پڑھ لیں :

(1) پڑوس کی مسجد میں عشاء کی اذان ہورہی تھی جس وقت وہ ٹاٹ کا پردہ اٹھاکر اپنے آنگن میں داخل ہوئی۔ سامنے امرود کی ایک ٹہنی سے سائیکل رکشا کے پرانے ٹیوب اور ٹائر لٹکے نظر آئے۔ باورچی خانے کے آگے تین چار بچے کھیل رہے تھے۔ ایک عورت نے کھپریل میں سے آواز دی...... "کون ہے ؟" اسباب ڈیوڑھی میں رکھ کر وہ "جمیلن...... جمیلن " پکارتی اپنے کمرے کی طرف دوڑی۔ جلدی میں دہلیز سے ٹھوکر لگی۔ انگوٹھے میں چوٹ آگئی۔ اندر اسٹول پر رکھی لالٹین اندھی اندھی جل رہی تھی۔

"جمیلن ...... خالہ ...... ہم آگئے ......"

بیحد بوڑھی، سوکھی لقلاط سترن خالہ میلے کچیلے بستر پر سے دھوئیں کی پتلی لکیر کی طرح اٹھیں، ان کی برابر بچھا جمیلن کا پلنگ خالی پڑا تھا۔ اس کی بیساکھی کمرے کے ایک کونے میں رکھی تھی۔ رشک قمر کا دل دھک سے رہ گیا۔

"خالہ تسلیم ......" وہ پلنگ کی پٹی پر بیٹھ کر خالہ سے لپٹ گئی۔ وہ پھسر پھسر رونے لگیں۔

"خالہ ...... جمیلن ...... کہاں ہے؟"

عورت باورچی خانے سے نکلی۔ اپنے بچوں کے ساتھ مل کر رشک قمر کا اسباب ڈیوڑھی سے اٹھایا اور اسے لاکر برآمدے میں چن دیا۔ خود میلی اوڑھنی سے پسینہ پونچھتی دہلیز میں آکھڑی ہوئی اور گھر کی نووارد مالکن کو دیکھنے لگی۔

دہلیز : دروازہ
نووارد : نئی آنے والی

"خالہ ...... جمیلن ؟" رشک قمر نے دہل کر دہرایا۔

"اللہ کے گھر گئی۔" سترن خالہ نے روتے روتے جواب دیا۔ "اس کے دونوں پاؤں بے کار ہوگئے تھے۔ مولا نے اس کی مشکل آسان کی۔"

"جمیلن بٹیا تو بالکل ہل جل نہیں سکتی تھیں۔ یہ داگدر بلاکر لائے۔ وہ بولا سارے بدن میں کوڑھ ہوگیا ہے۔ گٹھیا ہوگئی ہے۔ جوڑ جوڑ جکڑ گیا ہے۔" دروازے میں کھڑی عورت نے کہا۔

رشک قمر نے سر اٹھاکر اسے دیکھا۔

"آخر وقت تک اس نے تمھارا انتظار کیا۔ اسے تو مرے بھی اب ایک سال ہوجائے گا" خالہ بولیں۔

رشک قمر گم صم باری باری ان دونوں کی صورتیں دیکھا کی۔ ایک آنسو آنکھ سے نہ ٹپکا۔ اس نے جذبات سے عاری سپاٹ آواز میں پوچھا۔ "خالہ...... تم نے ہمیں اطلاع نہ بھیجی۔"

گم صم : حیران، چپ چاپ

"بیماری کی اطلاع تو بتول کا دیوز مقیط جا رہا تھا، اس کے ہاتھ بھجوادی تھی۔ وہ بھی وہاں پہنچ کر لاپتہ ہوگیا۔ ہمارا کون سگا ولایت میں بیٹھا ہے جس کے ذریعے خط و کتابت کرتے۔"

رشک قمر سر جھکائے جمیلن کے خالی کھرّے پلنگ کو تکتی رہی۔ تعجب کی بات ہے جمیلن کی موت کی خبر پر میری آنکھوں سے آنسو نہیں گرے۔ کیا ماہ پارہ کی وفات ...... نہیں۔قتل ...... پر آنسوؤں کا سارا اسٹاک ختم ہوگیا۔ میں روئی نہیں تو جیوں گی کیسے۔ اچانک اسے جمن خالو یاد آئے۔ شاید ابھی نماز پڑھ کر مسجد سے نہیں لوٹے۔

"خالہ ...... خالو کیسے ہیں ؟"

"کون ...... تمھارے خالو ...... ان کو مرے پانچ سال ہوگئے۔ جمیلن مرحومہ نے تمہیں خط میں مفصل اطلاع دی تھی ......"

" مجھے کوئی خط نہیں ملا خالہ ...... کہیں سے کوئی خط نہیں آیا میرے نام ۔"

ہرحری خالہ۔ جمن خالو، رشک قمر لکھنوی۔ جمیل النساء بیگم عرف کماری جل بالا لہری ...... ماہ پارہ خانم ...... ہم سب ایک دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پھنسے ہوئے تھے۔ دلدل میں پھنسا آدمی باہر نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، روتا نہیں۔ اسے رونے کی فرصت نہیں ہوتی وہ دلدل سے نکلنے کی کوشش میں جٹا رہتا ہے۔ جمن خالو، جمیل النساء ...... ماہ پارہ خانم تینوں دلدل میں دھنس گئے۔ اس نے اپنی خشک آنکھوں پر انگلیاں پھیریں۔

"جمیلن ...... کب ...... کیسے ...... مری ...... خالہ ...... ؟"

" آدمی کیسے مرتا ہے بٹیا ...... ؟ بس مرجاتا ہے۔ جمیلن نے رات کے وقت دم توڑ دیا۔ تاریخ اور مہینہ یاد نہیں۔ بھری برسات تھی۔ گھر میں کفن دفن کے لیے ایک پیسہ نہیں تھا۔ بقاتی کہیں سے بیس روپے قرض لائے۔ کہنے لگے محلے والوں سے چندہ کرلوں ۔"

" بقاتی کون ...... ؟"

"حفیظن کے میاں...... رکشا چلاتے ہیں۔ جمیلن نے کرائے دار رکھ لیا تھا۔ جب سے وہ پلنگ سے لگی گانے کے لیے باہر نہیں جاسکتی تھی۔ ورما صاحب اور صدف آرا، مدد کرتے رہتے تھے۔ ورما شادی کر کے لکھنؤ سے اڑنچھو ہوئے۔ صدف کسی گورے کے ساتھ ولایت چلی گئیں۔ بقاتی نے کہا مسجد میں جاکر چندہ جمع کریں۔ ہمارا دل نہ مانا۔ آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر انھیں آغا فرہاد کے ہاں بھجوایا۔ بارش کہے آج برس کے پھر نہ برسوں گی۔ فرہاد میاں خود بیمار پڑے تھے۔ انھوں نے اپنے منشی کے ہاتھ پیسے بھجوائے۔ سب کفن دفن کا انتظام اس نے کیا۔ موسلا دھار بارش میں لے جاکر غریب کی مٹی عزیز کی ۔"

" اب گذر کیسے ہوتی ہے ؟"

" جمیلن مرحومہ پڑے پڑے چکن کاڑھ کر بیس روپے مہینہ پیدا کرلیتی تھی۔ پندرہ روپے بقاتی کرایہ دیتے تھے۔ اب جمیلن کے مرنے کے بعد کرائے کے بجائے ہمیں دو وقت دال بھات کھلا دیتے ہیں۔ رکشا کھینچتے کھینچتے ٹی۔بی ہوگئی ہے۔ پھر بھی ان کی پوری نہیں پڑتی۔ چار بچے، دو میاں بیوی۔ اب بے چارے ہمیں بھی سال بھر سے کھلا رہے ہیں۔ شکر ہے تم یہ مکان خرید گئی تھیں ورنہ اس کا کرایہ کہاں سے لاتا ہوتا ......" دفعتاً ان کو ماہ پارہ یاد آگئی پوچھا۔ " اے قمرن...... بٹیا کہاں ہیں ...... وہ ساتھ نہیں آئیں ...... ؟"

" ماہ پارہ کی کراچی میں شادی کردی ہے خالہ ...... بہت اچھا لڑکا مل گیا۔ نیک، شریف، تعلیم یافتہ، اچھی تنخواہ پاتا ہے۔" رشک قمر نے کرخت آواز میں جواب دیا۔

" شکر ہے ...... مولا تیرا شکر ہے۔ الٰہی تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" وہ پلنگ سے اٹھنے لگیں"

"کہاں جا رہی ہو ...... ؟ "

"جب سے ماہ پارہ پیدا ہوئی تھی تب سے چودہ رکعت نماز مان رکھی ہے کہ اس کی شادی ہوجائے"

"تو اب کہاں چلیں ...... ؟"

"وضو کرنے ......"

"خالہ ...... لیٹ جاؤ۔ کل پڑھ لینا" اس نے ہر حری بیگم کو بستر پر لٹا دیا۔ وہ وفور مسرت سے دوبارہ اٹھ بیٹھیں ...... رشک قمر نے ان کا دھیان بٹانے کے لیے پوچھا "تم کہہ رہی تھیں آغا فرہاد بیمار پڑے ہیں ......"

وفور : زیادتی

"ارے انھیں کوئی جان لیوا مرض لگ گیا ہے۔ بڑے داماد کے پاس علاج کے لیے ولایت گئے ہیں۔ بڑا داماد وہاں ڈاکٹر ہے بیوی اور منجھلی بیٹی داماد بھی ساتھ گئے ہیں۔ چلتے وقت دو سو روپے بھجوائے تھے اور تمھارے نام ایک بڑا لفافہ تھا۔ ابھی دیتے ہیں۔ ذرا لالٹین اٹھانا ......"

ہر حری خالہ نے پھر اٹھنا چاہا۔

"خالہ مجھے بتاؤ میں ڈھونڈلوں گی ......"

"وہ سابکسا کھینچنا ......"

قمرن نے جمیلن کی چارپائی کے نیچے سے سرخ ٹین کا پھول دار بکس کھینچ کر باہر نکالا۔ اس میں جمیلن کے کپڑے رکھے تھے۔ وہ آغا فرہاد کا لفافہ ڈھونڈنے کے لیے کپڑے نکال نکال کر فرش پر رکھتی گئی۔ ٹرنک کی تہہ میں پرانا اخبار بچھا تھا۔ اس کے نیچے سے گلابی پلاسٹک کے دو کلپ نکلے جو اس نے مدتیں گذریں پیر ہیڈ شاہ کے عرس میں چارچار آنے میں اپنے اور جمیلن کے لیے خریدے تھے۔ ان کو کچھ دیر تک تکتی رہی۔ خالہ کی آواز پر چونک اٹھی۔ اب وہ کہہ رہی تھیں : "آفتاب بھی غائب ہوگیا۔ بمبئی بھاگ گیا۔"

رشک قمر پھر آغا فرہاد کا لفافہ تلاش کرنے میں مصروف ہوئی۔ وہ جمیلن کے ایک ادھ بنے سوئٹر کے نیچے رکھا ملا۔ بہت بھاری تھا۔ قمرن کے دل میں روشنی سی پیدا ہوئی۔ شاید نوٹوں کی گڈی بھجوا گئے ہوں۔ جلدی سے جمیلن کی کھاٹ پر آبیٹھی۔ اسٹول کھینچ کر قریب رکھا۔ لالٹین کی بتی اونچی کی۔ لرزتے ہاتھوں سے لفافہ کھولا۔ ایک مراکو لیدر کی نفیس بیاض برآمد ہوئی اور ایک خط۔ اس نے خط پڑھنا شروع کیا:

بیاض : کوری اور سادی کاپی (جس میں شاعر اپنا کلام لکھتا ہے)

رشک قمر!

ہم جمیل النساء مرحومہ کی تعزیت تم سے کن الفاظ میں کریں۔ تمھارا کراچی کا پتہ معلوم نہیں ورنہ خط بھیجتے۔ چاہے تم جواب نہ دیتیں۔ پچیس سال گذر گئے لیکن ہم تمھیں بھولے نہیں۔ جو تمھاری ہماری قسمتوں میں لکھا تھا سو پورا ہوا۔ تمھیں لکھنؤ سے گئے بھی پانچ چھ برس ہونے آئے۔ تمھارے جانے کے بعد ہم نے جمیل النساء کی کئی بار مالی امداد کرنی چاہی انھوں نے ہمیشہ روپے واپس کر دیے۔ اس قدر

کی غیور لڑکی ہم نے آج تک نہیں دیکھی ۔ ساری عمر زندگی سے لڑتی رہی۔ پھر موت سے لڑائی کی۔ آخر میں دونوں سے ہار گئی۔ اللہ تعالیٰ اسے دوسری دنیا میں آرام و چین نصیب کریں ۔

رشک قمر پچھلے چند برسوں میں تم ہمیں بے طرح یاد آئیں۔ اب ہم بھی بڈھے ہوچلے ۔ بیوی اپنے میکے اور سسرال کی سیاست میں مشغول رہتی ہیں۔ بیٹیاں اپنے اپنے گھروں کی ہوگئیں ۔ اللہ نے ہمیں گھر بار، اولاد، دولت، آسائش سب کچھ دیا۔ دل کا چین نہ دیا۔ ہم نے تمھارے لیے بہت سے غزلیں کہیں۔ سب ایک بیاض میں لکھتے گئے۔ اس امید پر کہ شاید یہ کبھی تمھارے ہاتھ میں پہنچ جائے۔ شاید تم کبھی لکھنؤ لوٹ آؤ۔ پبلک کا حافظہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ اگر تم واپس آؤ اور مشاعروں میں مدعو کیا جائے (اب ہماری سوسائٹی کافی وسیع النظر ہوچکی ہے) تو یہ غزلیں تمھارے کام آئیں گی ۔

آسائش : راحت ، آرام
مدعو کرنا : دعوت دینا
وسیع النظر: بلند خیال

اور کیا لکھیں رشک قمر ڈاکٹروں نے سرطان کا خدشہ ظاہر کیا ہے۔ ہم اپنے بڑے داماد کے پاس بغرض علاج لندن جارہے ہیں۔ اب کیا اچھے ہوں گے اور کیا زندہ واپس آئیں گے۔ رشک قمر اب خدا حافظ۔ اگر ممکن ہو ہمیں معاف کردینا۔

تمھارا آغا فرہاد

(2) بمبئی والے خاں صاحب کی دی ہوئی رقم میں سے اب صرف دس روپے باقی تھے۔ رشک قمر صبح کو پرانی عادت کے مطابق ڈاکیے کے انتظار میں ڈیوڑھی پر جاکھڑی ہوئی۔ چندمنٹ بعد اچانک خیال آیا۔ میں بھی کتنی بڑی الو کی پٹھی ہوں۔ اٹھارہ انیس برس لندن کے خط کا انتظار کیا۔ اب تو سب طرف سے ہمیشہ کے لیے چھٹی۔ وہ آنگن میں واپس آئی۔ بقاتی کی بیوی حفیظن بادرچی خانے میں کھانا پکا رہی تھی۔ بقاتی صبح صبح کاڑھا چائے اورایک سخت لکڑتوڑ پاؤ کا ناشتہ کرکے باہر جاچکے تھے۔ بچے گلی میں کھیل رہے تھے۔ خالہ اندر پلنگ پر پڑی کھانس رہی تھیں۔ رشک قمر کھپریل میں آ بیٹھی اور سوچنے لگی اب کیا کروں ؟ آغا فرہاد کی بیاض یاد آئی۔ اندر سے اسے نکال کر لائی۔ ورق پلٹے۔ ہر غزل کے مقطع میں قمر تخلص موجود تھا۔ اس نے بیاض بند کی۔ تب ایک بڑا سا آنسو اس کی آنکھ سے ٹپک کر کتاب کی عنابی جلد پر ٹپ سے گرا۔ وہ کچھ دیر تک سوچا کی پھر اٹھ کر کپڑے بدلنے کے لیے کمرے میں چلی گئی۔

بقاتی دو پہر کو کھانا کھانے ہانپتے کانپتے گھر لوٹے ۔ رشک قمر نے کھانے کے بعد ان سے پوچھا۔

" بقاتی ہمیں ذرا منصور نگر تک لے جاؤ گے ۔"

" ضرور بٹیا ...... چلئے ...... "

وہ باہر آکر رکشا میں بیٹھی ...... وکٹوریہ اسٹریٹ ، فرنگی محل، چوک، اکبری ، دروازہ غلام حسین کا پل۔

" محرم آنے والا ہے۔ سنا ہے اس سال بھی شیعہ سنی سر پھٹول ہوگا۔" بقاتی نے رکشا چلاتے

چلاتے اظہار خیال کیا۔

"اب بھی برابر ہوتا ہے؟"

"ہر سال اور بہت زوروں میں۔ ابھی تین چار برس ادھر کی بات ہے بٹیا۔ ایران سے کچھ لوگ آئے تھے۔ اپنے ٹیلی وژن کے لیے لکھنؤ کے محرم کی پکچر بنانے۔ یہاں پہنچے۔ یہاں ہورہی تھی زبردست جنگ شیعہ سنی کی۔ الٹے پاؤں واپس گئے۔"

منصور نگر پہنچ کر وہ ایک پرانے مکان کے سامنے اتری۔ بیٹھک کے دروازے پر پہنچی۔ اندر ورما صاحب اور آغا فرہاد کے ایک متموّل شاعر دوست اپنے حوالی موالیوں کے ساتھ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔

متموّل: دولت مند۔
حوالی موالی: دوست، ساتھی

"او ہو...... بی رشک قمر...... آپ کب تشریف لائیں۔" وغیرہ وغیرہ۔ مزید چائے اور ناشتہ منگوایا گیا۔ رشک قمر نے ریل سے اترنے کے بعد اس وقت تک پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا تھا۔ دل چاہ رہا تھا سامنے رکھی ساری نعمتیں چٹ کر جائے۔ بڑی ہمت سے ہاتھ روکا۔ باتوں باتوں میں پوچھا۔ "آج کل مشاعرے کہاں کہاں ہو رہے ہیں؟"

"ایک تو پرسوں شام ہی کو ہے۔ اتوار کے روز قیصر باغ کی بارہ دری میں۔ آپ آئیں گی؟"

"آپ بلائیں گے تو ضرور آئیں گے۔"

"بات یہ ہے کہ اب ہم تو اس انتظامیہ کمیٹی سے الگ ہوگئے ہیں۔ ہمارے چھوٹے بھائی صاحب اس کے سکریٹری سے کہہ دیں گے۔ ارے میاں طاہر......"

طاہر میاں بی رشک قمر صاحبہ کو اپنے مشاعرے میں بلوالو...... تم تو بچے تھے۔ ہمیں ان کا پڑھنے کا انداز اور آواز اب تک یاد ہے۔"

بہت خوب بھائی جان ہم انتظام کردیں گے۔"

"کس وقت شروع ہوگا مشاعرہ......؟" رشک قمر نے دریافت کیا۔

"آٹھ بجے۔ آپ فکر نہ کیجیے۔ ہم آدمی بھیج کر آپ کو بلوالیں گے۔ اپنی کار بھیج دیں گے۔ مکان کا پتہ بتلا دیجیے...... " طاہر میاں نے فرمایا۔

اتوار کی صبح سویرے سے اس مشاعرے کی تیاریاں شروع کیں۔ ٹرنک کھول کر ساڑیاں دھوپ میں ڈالیں۔ بلاؤز پر استری کی۔ بال سیاہ رنگے۔ سہ پہر کو آغا فرہاد کی بیاض نکال کر دو تین غزلیں منتخب کیں۔ ان کے ترنم کی دھنیں بٹھاتی رہی۔ حفیظن سے کہا کھانا سات بجے تیار کردے۔ رشک قمر نے کافی عرصہ قبل مکان میں بجلی لگوائی تھی جو اس کے جانے کے بعد بل ادا نہ ہونے کی وجہ سے کاٹ دی گئی تھی۔ سورج ڈھلنے سے پہلے اس نے آنگن میں بیٹھ کر میک اپ کیا۔ کراچی میں خریدی ہوئی امریکن نائیلون کی ایک

پھولدار نیلی ساری باندھی۔ جلدی جلدی کھانا کھایا اور طاہر میاں کی کار کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ آٹھ بجے۔ ساڑے آٹھ۔ نو۔ دس۔ گیارہ۔ ساڑھے گیارہ۔ اسے مشاعرے میں لے جانے کے لیے کوئی نہ آیا۔

(3) صبح سویرے اٹھ کر اس نے بفاتی کو آواز دی۔ وہ برآمدے میں بیٹھے رکشا کے ٹائر میں ہوا بھر رہے تھے۔

"بفاتی" اس نے قریب جاکر کہا۔ "جمیلن مرحومہ کس ٹھیکیدار کے لیے چکن کاڑھتی تھیں۔ جانتے ہو ...... ؟

"جی ہاں ...... جانتے ہیں بٹیا۔"

وہ باہر آکر ٹوٹے ہوئے موڑھے پر بیٹھ گئی۔ حفیظن نے چنہٹ کی آرٹسٹک پیالی میں چائے پیش کی۔ اس نے چونک کر پوچھا۔ "یہ کہاں سے آئی ...... ؟"

چنہٹ : جگہ کا نام

"صدف بٹیا چلتے وقت اپنے برتن دے گئی تھیں۔ سب بک گئے۔ یہی پیالی باقی بچی ہے۔" حفیظن نے کہا۔

"صدف بٹیا اور ان کا امریکن خاوند جاتے وقت پیسے بھی دے گئے تھے وہ ایک مہینے کے اندر جمیلن بٹیا اور خالہ کے علاج میں اٹھ گئے۔" بفاتی سر اٹھا کر بولا۔ "امریکہ جاتے وقت صدف آراء تو بینک میں ان کا جو روپیہ تھا وہ جمیلن بٹیا کے نام کرنے والی تھیں۔ بٹیا نے ان کو بہت سمجھایا کہ وہ یہ حماقت نہ کریں۔ کل کلاں انھیں لکھنؤ واپس آنا پڑا تو ضرورت ہوگی۔ وہ نہ مانیں۔ مگر عین وقت پر گاؤں سے ان کے لٹھ بند باپ بھائی آن پہنچے کہ اس روپے پر ہمارا حق ہے۔"

"صدف چلتے چلتے کہہ گئی تھیں کہ امریکہ سے روپیہ بھیج دیں گی مگر جمیلن بٹیا ہی نہ رہیں۔" حفیظن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ رشک قمر اسی طرح دل کڑا کیے سنا کی۔

"پھر بٹیا کی بیماری کی خبر سن کر آغا فرہاد نے اپنے آدمی کے ہاتھ پیسے بھجوائے۔ وہ انھوں نے لوٹا دیئے۔ دوسری بار پھر ان کا سکتر پیسے لایا۔"

سکتر : سیکریٹری

"آغا فرہاد کے ہاں اب سکتر بھی ہے ؟" رشک قمر نے پوچھا۔

عملہ : اسٹاف

"پورا عملہ ہے۔ بفاتی نے اپنی نئی نویلی سائیکل رکشا کو صاف کرتے ہوئے جواب دیا۔ لاکھوں کا کاروبار ہے۔ شاہجہاں پور میں غالیچے بنانے کا کارخانہ تو ان کا بہت برسوں سے چل رہا ہے۔ سیتاپور میں فارم لیا ہے۔ جائیداد کا کرایہ الگ آتا ہے۔ یہ بڑی جنگی کوٹھی بنوائی ہے۔ مگر خدا کی شان۔ اتنی دولت اور نام چلانے کے لیے لڑکا ایک نہیں۔ سب کچھ دلالوں کو ملے گا۔"

رشک قمر چہرہ پھیر کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اسی مکان میں آغا فرہاد کا فرزند تولد ہوا تھا اور دریا

تولد ہونا : پیدا ہونا

صاحب نے فوراً اس کا نام نادر فردین رکھ دیا تھا۔ وہ دو سال کا ہو کر جاتا رہا۔ آج پچیس برس کا کڑیل جوان ہوتا لیکن اگر زندہ رہتا تو بھی کیا کرتا ...... کچھ بھی نہیں۔ آفتاب تو زندہ ہے ...... میری بدقسمتی ناقابل یقین ہے۔

حفیظن بالٹی اٹھا کر نل پر چلی گئیں۔ رشک قمر نے جمیلن کے خالی پلنگ پر نظر ڈالی۔ جمیل النساء تمھیں تمھاری خودداری نے ہلاک کیا ...... اسے یاد آیا جمیلن کو آغا فرہاد سے تب سے نفرت ہو گئی تھی جب اس نے نادر فردین کی ولادت کے بعد سونگ برڈز کلب میں فرہاد کو ورما سے یہ کہتے سن لیا تھا کہ اس طبقے کی چھوکریوں کے پاس بلیک میل کا یہ سہل ترین نسخہ ہے۔ کسی آئے گئے کی اولاد کسی مالدار شناسا کے سر منڈھ دی۔ قمرن کے پاس ثبوت کیا ہے ؟ آغا فرہاد کی نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ وہ اپنی تیز مزاج رئیس زادی بیوی سے بہت ڈرتے تھے اور سماج کے Lowest of the lowly سے ان کی ہمدردی ہوا ہو چکی تھی لیکن نادر فردین کے مرنے کے بعد اپنے اس رویے پر شدت سے نادم تھے۔ رشک قمر سے ملنا جلنا چھوڑ چکے تھے مگر دوسو روپے ماہوار "پینشن" مقرر کردی تھی جو اس نے بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی بھلی کہہ کر شکریے کے ساتھ قبول کی تھی لیکن بلا کی ذہین اور اپاہج جمیلن اس پروفیشن میں کبھی داخل ہی نہ ہوئی تھی اور پلنگ پر پڑی پڑی اپنے صاف و شفاف ذہن سے دنیا کو آر پار دیکھا کرتی تھی۔ آغا فرہاد کے ان جملوں کو اس نے کبھی معاف نہ کیا۔

" پھر کیا ہوا بفاتی ...... ؟" رشک قمر نے پوچھا۔

" فرہاد میاں نے تیسری بار روپے بھجوائے تو ہم نے چپکے سے لے کر رکھ لیے کہ ان کے لیے اچھا ڈاکٹر بلوائیں گے۔ اچھا کھانا پکوایا کریں گے۔ گھر کی حالت سدھرے گی۔ پوچھیں گی کہہ دیں گے لاٹری نکل آئی ہے یا کسی سے قرضہ لیا ہے۔ مگر ہمارے ایک بچے نے بھولے سے ان سے بتلا دیا۔ بہت بگڑیں، چلائیں۔ ہم نے ہاتھ جوڑ کر کہا بٹیا ہم آپ کو فاقے کرتے، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے نہیں دیکھ سکتے۔

" ہماری رکشا ٹوٹ گئی تھی۔ انھوں نے ہمارے بچوں کی قسم دے کر ہم سے کہا اس رقم سے نئی رکشا خرید لو۔ ہم تو مرنے ہی والے ہیں۔ تمھیں رکشا کے ذریعے اپنے کنبے کا پیٹ بھرنا ہے۔ مجبوراً ہم نے یہ رکشا خریدی جو پیسے بچے اس سے بٹیا نے ہمارے بچوں کے کپڑے بنوا دیے۔ ارے وہ انسان تھیں کہ فرشتہ۔ مگر ضدی ایسی کہ ہسپتال میں بھرتی ہونے کو آخر دم تک تیار نہ ہوئیں۔

"جب تک چل پھر سکتی تھیں گانے کے پروگرام مل جاتے تھے۔ پلنگ سے لگ گئیں تو چکن کاڑھنے لگیں۔ اس میں بیس روپے کما لیتی تھیں۔ بٹیا بھوک سے مریں۔ ہم جو دال بھات کھاتے تھے وہی انھیں کھلاتے تھے۔ ہمیں معلوم ہے وہ بھوکی رہتی تھیں۔ کہتی تھیں اپنے بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر ہمیں نہ کھلاؤ۔ دو نوالے کھا کر ہاتھ کھینچ لیتیں۔ کہتیں ہمارا ہاضمہ خراب ہے۔ لالٹین کی روشنی میں چکن کاڑھتے

کاڑھتے سو جاتیں۔"

رشک قمر پتھر کا بت بنی سنتی رہی۔ بقاتی رکشا جھاڑ پونچھ کر چلنے کے لیے تیار ہوئے پھر خود ہی بولے۔"یہ رکشا خرید کر ہم آغا فرہاد کو بتلا آئے تھے کہ بٹیا نے پیسے اب بھی نہیں لیے۔ ہم کو دے دیئے۔"

"بقاتی جمیلن کے ٹھیکیدار سے ہمارے لیے کام لادو۔"

"بٹیا آپ ریڈیو پر گایئے۔ پہلے تو گاتی تھیں۔"

"اب ہماری آواز ریڈیو کی لائق نہیں رہی۔ہم یہاں تھے جب ہی بہت عرصے سے گانا چھوڑ چکے تھے ...... چکن بنانے کا ریٹ آج کل کیا ہے ......؟"

"کرتوں کی ترپائی فی کرتا دس پیسے۔ ایک ساری کے پانچ۔ دس یا پندرہ روپے۔ بھاری کام کے بیس پچیس۔ ایک نیا پیسہ مری پتی۔ ایک آنہ فی پھول پکی کڑھائی، پتی میں جالی بنانے کا ایک نیا پیسہ۔ ایک نیا پیسہ فی شیڈو ورک۔ ایک نیا پیسہ فی بوٹی۔ ایک عورت ایک ساری نہیں بنا پاتی۔ ایک گھر میں مری پتی بنے گی۔ دوسرے میں شیڈو ورک۔ تیسرے میں بیل، جمیلن بٹیا میری پتی بناتی تھیں۔ بٹیا یہی ساریاں بازار میں اور فاران میں جاکر سینکڑوں میں بکتی ہیں۔ کاریگر بھوکے مرتے ہیں۔"

دوسرے روز صبح ساڑھے نو بجے ٹھیکیدار چار کرتے، ایک سفید ساری دھاگہ لے کر ڈیوڑھی پر آیا۔ قمرن نے ٹاٹ کے پردے کے پیچھے سے سارا سامان لیا۔ ٹھیکیدار نے دھاگہ ناپ کر دیا کہ عورت کہیں دو تین گز اپنے پاس نہ رکھ لے۔ پھر وہ بقچہ سنبھال کر پڑوس کے گھر کی طرف بڑھ گیا۔

قمرن کھپریل میں آئی۔ بوسیدہ تخت کو جھاڑن سے خوب اچھی طرح صاف کیا۔ اس پر چادر بچھائی اور ساری اپنے سامنے پھیلاکر اس پر چھپے ہوئے بیل بوٹوں کو غور سے دیکھا۔ سوئی میں سفید دھاگا پرویا۔ دیوار کے سہارے بیٹھ کر ساری کا آنچل گھٹنوں پر پھیلایا اور بوٹا کاڑھنا شروع کیا۔

تب وہ دفعتاً اپنا سر گھٹنوں پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

3.4 تشریح عبارت (1)

ناولٹ طوالت کے اعتبار سے چھوٹے ناول کو کہتے ہیں۔ جس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو مختصراً پیش کیا جاتا ہے۔

یہ ناولٹ "اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو" کا آخری حصہ ہے۔ اس میں اس وقت کا ذکر کیا گیا ہے جب بڑی بہن رشک قمر ہر طرف سے مایوس ہوکر لکھنؤ اپنے گھر واپس آتی ہے۔ تو بہت بوڑھی ہرمزی خالہ اس کے استقبال کو اٹھتی ہیں۔ اس کی بہن جمیلن جو پانوؤں سے معذور تھی اور بیساکھیاں استعمال کرتی تھی۔

اس کا پلنگ اور بیساکھیاں ایک کونے میں کھڑی دیکھ کر اس کا دل ایک انجانے خوف سے دھڑک اٹھتا ہے۔ کیونکہ وہ جمیلن کی موت سے بے خبر ہے۔ جب ہرمزی خالہ اسے جمیلن اور جمن خالو کے مرنے کی خبر دیتی ہیں تو رشک قمر کے اوپر کوئی اثر نہیں ہوتا اس کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہیں بہتا۔وہ سوچتی ہے۔

"ہرمزی خالہ، جمن خالو، رشک قمر لکھنوی، جمیل النساء بیگم عرف کماری جل بالا لہری، ماہ پارہ خانم ...... ہم سب ایک دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پھنسے ہوئے تھے۔ دلدل میں پھنسا آدمی باہر نکلنے کے لئے ہاتھ پانو مارتا ہے۔ روتا نہیں۔ اسے رونے کی فرصت نہیں ہوتی۔ وہ دلدل سے باہر نکلنے کی کوشش میں جٹا رہتا ہے۔ جمن خالو، جمیل النساء، ماہ پارہ خانم تینوں دلدل میں دھنس گیے۔ اس نے اپنی خشک آنکھوں پر انگلیاں پھیریں۔"

ان چند جملوں میں مصنّفہ نے غریب لوگوں کے زندہ رہنے کی جدوجہد کی کتنی سچی تصویر کھینچی ہے۔ واقعی رشک قمر اور اس کے ان عزیزوں نے زندہ رہنے کے لیے ایسی ایسی سختیاں اٹھائی تھیں، ایسے ایسے جان لیوا دکھ سہے تھے کہ اب ان کے جذبات ختم سے ہوگئے تھے۔ انھیں دکھ، سکھ اور خوشی و غم میں کوئی فرق ہی نہیں محسوس ہوتا۔ اسی لیے تو جمیلن کے مرنے کی خبر سن کر اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلے۔ یہ اس کے لیے کوئی غیر متوقع خبر نہیں تھی۔ اس کے خیال میں جیسے یہ سب تو اس کی زندگی میں عام باتیں تھیں۔ آنسو بہانے کی فرصت تو ان آدمیوں کو ہوتی ہے، جنھیں زندگی کی سہولتیں مہیا ہوتی ہیں۔ جن کے احساسات زندہ ہوتے ہیں۔ جو خوشیوں اور غموں کو محسوس کرسکتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لیے اپنے احساسات کا اظہار بھی کرسکتے ہیں۔ جس آدمی کے زندہ رہنے ہی کے لالے پڑے ہوں وہ یہ احساسات کہاں سے لائے۔

رشک قمر کے یہ پوچھنے پر کہ "جمیلن کیسے مری خالہ؟" خالہ کا جواب بڑا معنی خیز ہے۔ "آدمی کیسے مرتا ہے بٹیا؟ ...... بس مرجاتا ہے۔" یعنی خالہ کی نظروں میں غریبوں کی زندگی اور موت برابر تھی۔ وہ کہنا چاہتی تھیں کہ جمیلن بھی اتنی بری زندگی گذار رہی تھی کہ اس کا زندہ رہنا اور مرا ہوا ہونا برابر ہی تھا۔اسی لیے وہ اس کے مرنے کی کوئی تفصیل نہیں بتاپائیں۔ مصنفہ کے اس جملے سے آنکھوں کے سامنے جمیلن کی کس مپرسی کی حالت کی تصویر سی کھنچ جاتی ہے۔

اس حصے میں دو نئے کردار بقاتی اور حفیظن کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ دونوں جمیلن کے کرائے دار ہیں اور جمیلن کے مرنے کے بعد کرائے کے بدلے خالہ کو دونوں وقت کا کھانا دے دیا کرتے تھے۔

جب ہرمزی خالہ رشک قمر سے ماہ پارہ کے بارے میں پوچھتی ہیں تو جواب میں رشک قمر جھوٹ بول دیتی ہیں کہ اس کی شادی کردی، حالانکہ ماہ پارہ قتل کی جاچکی ہے۔ دراصل خالہ بے حد دکھی ہیں، اور رشک قمر سچی بات بتاکر انھیں اور دکھی نہیں کرنا چاہتی۔ اس لیے جھوٹ بول دیتی ہے۔

آغا فرہاد ، ڈپٹی صاحب کے بیٹے ہیں۔ بھوپال سے واپس آکر رشک قمر، جمیلن اور خالہ خالو انھیں کے کوارٹروں میں کرائے کی حیثیت سے رہتے تھے۔ انھیں سے رشک قمر کے یہاں دو بچے پیدا ہوئے تھے۔ " قرن کے دل میں روشنی سی پیدا ہوئی تھی ۔" یعنی امید بندھی۔ اس جملے میں مصنفہ نے رشک قمر کی دلی کیفیت بیان کی ہے۔ رشک قمر آغا فرہاد کے ساتھ اپنے تعلقات کو یاد کرکے سمجھتی ہے کہ شاید آغا فرہاد نے اپنی جھینپ مٹانے کے اسے کچھ رقم بھیجی ہے ۔ لیکن اس لفافے میں سے رقم کے بجائے چند غزلیں اور ایک خط نکلتا ہے ۔

آغا فرہاد نے اپنے خط میں لکھا ہے :

" اس قدر کی غیور لڑکی ہم نے آج تک نہیں دیکھی۔" اس جملے میں آغا فرہاد نے جمیلن کی خود داری کی تعریف کی ہے۔ خود داری انسان کی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔ خود داری کا مطلب ہے ضرورت ہوتے ہوئے بھی اپنی حالت کو کسی پر ظاہر نہ کرنا اور کسی سے مدد نہ مانگنا اور اپنی کوششوں کو جاری رکھنا اور کسی کی رحم کھاکر دی ہوئی مدد قبول نہ کرنا۔ جمیلن جیسی معذور لڑکی کے اندر یہ خوبی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی لیے اس نے مرتے دم تک کسی کی مدد قبول نہیں کی۔

اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اسی خط میں آغا فرہاد نے آگے لکھا ہے۔

"اللہ نے ہمیں گھربار، اولاد ، دولت، آسائش سب کچھ دیا۔ دل کا چین نہ دیا۔"

یہاں آغا فرہاد اپنی پرانی زندگی اور اپنی زیادتیوں کو یاد کرتے ہوئے اپنی غلطیوں کا اعتراف کررہے ہیں کہ میرے پاس سب کچھ ہے پھر بھی دل مطمئن نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے میں نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی بے انصافی کی ہے۔ اسی لیے سب کچھ ہوتے ہوئے بھی سکون نہیں ملتا۔ اگر ہوسکے تو مجھے معاف کر دینا یہ انسانی فطرت ہے کہ جب تک وہ صحت مند ہوتا ہے اور دولت مند ہوتا ہے، اسے اپنی غلطیوں کا احساس نہیں ہوتا۔ مگر جب اس کی صحت جواب دینے لگتی ہے اور زندگی کی امید باقی نہیں رہتی تو اسے اپنی ساری غلطیاں یاد آنے لگتی ہیں اور جب تک معافی تلافی نہ کرلے اسے چین نہیں آتا۔ اس وقت یہی حال آغا فرہاد کا بھی ہے۔ انھیں کینسر ہوگیا ہے۔ اسی لیے اب وہ رشک قمر کو یاد کرکے اس سے اپنی غلطیوں کی معافی مانگ رہے ہیں۔

3.5 غور کرنے کی باتیں (1)

1۔ بے حد بوڑھی، سوکھی لقلق ہرمزی خالہ میلے چکیلے بستر سے دھویں کی پتلی لکیر کی طرح انھیں خالہ کی کمزوری کو دھویں کی پتلی لکیر سے تشبیہ دینا ایک نئی بات ہے۔

2۔ "دل دھک سے رہ جانا" محاورہ ہے۔ یعنی اچانک کسی بری خبر کا احساس کرلینا۔
3۔ "آنکھوں پر ٹھیکری رکھنا" محاورہ ہے۔ دل نہ چاہتے ہوئے بھی کوئی کام کرنے پر مجبور ہوجانا۔

متن پر سوالات 3.1 (1)

درست جواب پر (√) کا نشان لگائیے۔

1۔ رشک قمر کا دل کیوں دھڑک اٹھا۔
(i) ہرحری خالہ کو بہت بوڑھا اور کمزور دیکھ کر
(ii) جمیلن کا خالی پلنگ اور بیساکھیاں دیکھ کر
(iii) گھر کی خستہ حالت دیکھ کر

2۔ جمیلن اور خالو کی موت کی خبر سن کر رشک قمر کی آنکھوں سے آنسو کیوں نہیں نکلے؟
(i) زندہ رہنے کی جد و جہد میں اس کے جذبات سرد پڑگئے تھے۔
(ii) اسے جمیلن سے نفرت تھی۔
(iii) رشک قمر بڑی سخت دل تھی۔

3۔ خود داری کا مفہوم ہے
(i) مغرور ہونا
(ii) ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنا حال کسی پر ظاہر نہ کرنا، اپنے حال میں مگن رہنا اور کسی سے مدد نہ مانگنا۔
(iii) ہر ایک کے سامنے اپنی غریبی اور ناداری کا اظہار کرنا۔

3.6 تشریح عبارت (2)

ناولٹ کے اس حصے میں مصنفہ نے بتایا ہے کہ رشک قمر اپنی پرانی عادت کے مطابق صبح ہی سے ڈاکیے کے انتظار میں کھڑی ہوجاتی ہے۔ رشک قمر کو ڈاکیے کے انتظار کی عادت اس وقت ہوئی تھی جب ایرانی آغا شب آویز ہمدانی نے رشک قمر کے ساتھ شادی کا وعدہ کرکے اسے اپنے جال میں پھنسالیا اور

رشک قمر ایک بیٹی ماہ پارہ کی ماں بن گئی۔ مگر پھر ایک ضروری کام کا بہانہ کرکے کبھی واپس نہ آنے کے لیے لندن چلا گیا۔ مگر بھولی بھالی رشک قمر آج بھی اس کے وعدے پر اعتبار کرکے اس کے خط کا انتظار کرتی ہے۔

"بقاتی صبح صبح کاڑھا جیسی چائے اور ایک لکڑ توڑ پاؤ کا ناشتہ کر کے رکشا لے کر باہر جاچکے تھے۔

مصنفہ نے یہ جملہ لکھ کر غریب لوگوں کی زندگی کے رہن سہن پر روشنی ڈالی ہے۔ بقاتی رکشہ چلاتا ہے۔ رکشہ کھینچنا بڑی محنت کا کام ہے اور اس کے لیے آدمی کو کافی تندرست ہونا چاہیے۔ مگر اسے کھانے کو کیا ملتا ہے ؟ بہت کم دودھ والی باربار پکائی ہوئی جوشاندے جیسی کالی چائے اور سوکھی ہوئی ڈبل روٹی۔ دن بھر رکشہ کھینچنے کا سخت کام کرنے کے بعد بھی بقاتی کو اتنی آمدنی نہیں ہوپاتی کہ وہ اور اس کے بچے اچھا کھانا کھا سکیں۔

" بقاتی ہمیں ذرا منصور نگر تک لے جاؤ گے ؟"

کراچی سے واپس آنے کی بعد رشک قمر ایک بار پھر یہ کوشش کرتی ہے کہ لکھنؤ کی اونچی سوسائٹی میں اپنی جگہ بنالے اور مشاعروں وغیرہ میں پھر سے اسے بلایا جانے لگے۔ اسی لیے وہ منصور نگر جانا چاہتی ہے۔ جہاں سونگ برڈز کلب کا دفتر تھا اور جہاں رشک قمر نے کچھ اچھے دن دیکھے تھے۔

" اسے مشاعرے میں لے جانے کے لیے کوئی نہ آیا"

اس سے پتا چلتا ہے کہ اب رشک قمر میں لوگوں کی دلچسپی ختم ہوگئی ہے۔ لوگوں نے اسے بھلادیا ہے اور اب اسے کوئی نہیں سنا چاہتا۔ اسی لیے جب ڈھلتی ہوئی عمر کی رشک قمر کو وعدے کے باوجود مشاعرے میں لے جانے کے لیے کوئی نہیں آیا تو ادھر سے بالکل مایوس ہوگئی۔

3.7 غور کرنے کی باتیں (2)

1. منصور نگر، وکٹوریہ اسٹریٹ، فرنگی محل، چوک، اکبری دروازہ اور غلام حسین کا پل یہ سب لکھنؤ میں مختلف جگہوں کے نام ہیں ۔
2. " سنا ہے اس سال بھی شیعہ سنی سر پھٹول ہوگا " شیعہ اور سنی مسلمانوں کے دو فرقے ہیں۔ لکھنؤ کے شیعہ حضرات ہرسال محرم بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ اس میں کبھی کبھی شیعہ اور سنی فرقوں میں لڑائی بھی ہوجاتی ہے۔
3. " دل چاہ رہا تھا سامنے رکھی ساری نعمتیں چٹ کرجائے، بڑی ہمت سے ہاتھ روکا "یہ جملہ بھوکے آدمی کی نفسیات پر روشنی ڈالتا ہے۔ کسی بھوک سے بے حال آدمی کے سامنے طرح طرح کی

مزے دار چیزیں رکھ دی جائیں، لیکن وہ اپنی بھوک کی حالت کو ظاہر نہ کرنا چاہتا ہو تو واقعی وہ اپنے اوپر جبر کر کے ہی اپنے ہاتھوں کو روک سکتا ہے۔ رشک قمر بھی کئی دن کی بھوکی تھی مگر اس کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسی لیے خواہش کے باوجود اس نے ان چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا۔

متن پر سوالات 3.2 (2)

درست جواب پر (√) کا نشان لگائیے۔

1۔ رشک قمر منصور نگر اس لیے گئی تھی تاکہ

(i) پرانے دوستوں سے کچھ مدد مانگے۔

(ii) پرانے دوستوں سے ملاقات ہو جائے گی۔

(iii) لوگ اس کی پرانی حیثیت کو پہچان کر اسے پھر ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور اس طرح وہ لکھنؤ کی اونچی سوسائٹی میں دوبارہ اپنی جگہ بنا سکے گی۔

2۔ رکشے والے نے کیوں کہا کہ "سنا ہے اس سال بھی شیعہ سنی سر پھٹول ہوگا"

(i) لکھنؤ میں محرم بڑے زور و شور سے منایا جاتا ہے۔

(ii) محرم کے موقع پر عام طور سے لکھنؤ میں شیعہ سنی فرقوں میں لڑائی ہو جاتی ہے۔

(iii) لکھنؤ میں بہت دنوں کے بعد اس سال بڑے زوز و شور سے محرم منایا جانے والا تھا۔

4۔ رشک قمر کو مشاعرے میں لے جانے کوئی نہیں آیا کیوں کہ

(i) رشک قمر میں لوگوں کی دلچسپی ختم ہو چکی تھی اور لوگوں نے اسے بھلا دیا تھا۔

(ii) وعدہ کرنے والا اسے لے جانا بھول گیا تھا۔

(iii) مشاعرہ ملتوی ہو گیا تھا۔

3.8 تشریح عبارت (3)

ناولٹ کے اس حصے کو پڑھنے کے بعد ہم نے دیکھا کہ رشک قمر بار بار پرانی یادوں میں کھو جاتی ہے۔ اسی لیے جب حفیظن اسے چھنٹ کی قیمتی پیالی میں چائے دیتی ہے تو وہ بے اختیار پوچھ لیتی ہے کہ "یہ کہاں

سے آئی ! " اور پھر خالہ اسے صدف آراء بیگم کے ذریعے کی گئی امداد کے حالات سناتی ہیں۔ رشک قمر سوچتی ہے۔

" اسی مکان میں آغا فرہاد کا فرزند تولد ہوا تھا۔ ورما صاحب نے فوراً اس کا نام فردین رکھ دیا تھا۔ وہ دو سال کا ہوکر جاتا رہا۔ آج پچیس برس کا کڑیل جوان ہوتا۔ لیکن اگر زندہ رہتا بھی تو کیا کرتا۔ کچھ بھی نہیں۔ آفتاب تو زندہ ہے۔ میری بدقسمتی ناقابل یقین ہے۔"

یہ جملے ظاہر کرتے ہیں کہ رشک قمر ایک جوان بیٹے کی ماں ہوکر بھی زندگی کی مصیبتوں سے چھٹکارا نہیں حاصل کر پائی ہے۔ حالانکہ اولاد جوان ہوجاتی ہے تو عام طور سے والدین کی پریشانیوں کے دن ختم ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے وہ سوچتی ہے کہ اگر جوان بیٹے کی موجودگی میں بھی میں اپنے آپ کو بدقسمت کہوں تو کوئی میری بات پر یقین نہیں کرے گا۔

" جمیلن اپنے پلنگ پر پڑی پڑی اپنے صاف شفاف ذہن سے دنیا کو آرپار دیکھا کرتی تھی۔ آغا فرہاد کے ان جملوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا تھا۔"

ہم پڑھ چکے ہیں کہ جمیلن بڑی خود دار تھی۔ ایسے لوگ بہت نیک، دل کے صاف اور بڑی ہمت والے ہوتے ہیں۔ جمیلن بھی بڑی نیک اور صاف دل لڑکی تھی۔ اسی لیے اس کا ذہن بھی ہر قسم کی گندگی سے بالکل پاک تھا۔ وہ صرف اچھائیوں پر نظر رکھتی تھی۔ اور بہت انصاف پسند تھی۔ اسی لیے آغا فرہاد اور رشک قمر کے تعلقات کو پسند نہ کرنے کے باوجود اس میں وہ صرف اپنی بہن ہی کو نہیں بلکہ آغا فرہاد کو بھی برابر کا قصور وار سمجھتی تھی۔ جب آغا فرہاد نے فردین کی پیدائش کے بعد رشک قمر کے ساتھ اپنے تعلقات کو جھٹلاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ "اس طبقے کی چھوکریوں کے پاس بلیک میل کا یہ سہل ترین نسخہ ہے۔ کسی آئے گئے کی اولاد کسی مالدار شناسا کے سر منڈھ دی۔" تب سے اسے آغا فرہاد سے نفرت ہوگئی تھی۔ اسی لیے اس نے کچھ اپنی خود دار طبیعت کی وجہ سے اور کچھ اس جھوٹ کی وجہ سے زندگی بھر آغا فرہاد کی کوئی مدد قبول نہیں کی۔

آخر میں مصنفہ لکھتی ہیں کہ رشک قمر نے اچھی زندگی گذارنے کی کوشش میں جائز ناجائز ہر طرح کے کام کیے مگر ناکام رہی اور آخر میں اپنی بہن جمیلن کی طرح چکن کاڑھنے کا کام کرنے لگی۔ یعنی مصنفہ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ زندگی میں قدم قدم پر دکھوں، تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ جو عورت جیسی نازک صنف کے بس کا کام نہیں ہے۔ اس لیے خدا اگر عورت کو دوسرا جنم لینا ہے تو اسے دوبارہ عورت نہ بنانا۔

3.9 غور کرنے کی باتیں (3)

- چنہٹ کی پیالی۔ چنہٹ لکھنؤ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں کے چینی کے برتن بہت مشہور ہیں۔
- "رشک قمر اسی طرح دل کڑا کیے سنا کی"

یہاں چونکہ خالہ حمیلن کا ذکر کررہی ہیں اور رشک قمر کو حمیلن سے بے انتہا محبت ہے، ساتھ ہی وہ حمیلن کے مقابلے میں احساس کمتری کا شکار بھی ہے۔ مگر وہ اپنے ان جذبات کو آنسوؤں کے ذریعے نہیں ظاہر کرنا چاہتی۔ اسی لیے جب جب حمیلن کا ذکر ہوتا ہے وہ لہجے اوپر تلخی کا ایک خول چڑھا لیتی ہے۔

- "سکتر" لفظ سیکریٹری کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔
- جنگی کوٹھی سے مراد بہت بڑی کوٹھی۔
- "ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا" محاورہ ہے۔ یعنی بڑی کس مپرسی اور بے چارگی کی حالت میں مرنا۔
- "بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی بھلی" ضرب المثل ہے۔ اس سے مراد ہے مجبوری کے عالم میں جو کچھ مل جائے وہی غنیمت ہے۔

متن پر سوالات 3.3 (3)

درست جواب پر (√) کا نشان لگائیے۔

1۔ "میری بدقسمتی ناقابل یقین ہے" یہ بات رشک قمر نے کیوں کہی۔

(i) اس کی پیاری بہن حمیلن کا انتقال ہو گیا تھا۔

(ii) اسے مشاعرے میں نہیں بلایا گیا تھا۔

(iii) اس کا جوان بیٹا اسے بے سہارا چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔

2۔ حمیلن نے آغا فرہاد کی مدد کبھی قبول نہیں کی کیوں کہ وہ

(i) بہت خوددار تھی۔

(ii) بہت مغرور تھی۔

(iii) بڑی بے مروت تھی۔

3۔ چکن کاڑھنے کا کام کرتے وقت رشک قمر کو رونا آگیا کیوں کہ اسے

(i) اپنی بے بسی اور شکست کا شدت سے احساس ہوا۔

(ii) اسے اپنی بہن جمیلن یاد آگئی۔

(iii) اسے یہ چھوٹا کام کرنا پسند نہیں آیا۔

3.10 اسلوب بیان

- قرۃالعین حیدر کے ناولوں کا پلاٹ صدیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔
- قرۃ العین حیدر کا انداز بیاں مشکل ہوتا ہے۔
- قرۃ العین حیدر انسانی نفسیات سے بہت اچھی طرح واقف ہیں اور اپنے ناولوں میں انسانی نفسیات کی گہرائیوں میں جاکر اس کی عکاسی کرتی ہیں ۔
- ان کی تحریریں فلسفے کارنگ لیے ہوئے ہوتی ہیں، اس لیے عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتیں۔
- ' ناولٹ" اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجو" میں انھوں نے ایک بہت ہی عام مسئلے پر قلم اٹھایاہے۔ اس کا اندازبیان نسبتاً آسان ہے۔

3.11 آپ نے کیا سیکھا

- ناولٹ " اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجو " قرۃالعین حیدر کا لکھا ہوا ہے۔
- قرۃالعین حیدر عام طور سے مشکل سے سمجھ میں آنے والی مصنفہ کے طورپر مشہور ہیں۔
- ناولٹ کے آخری حصے میں مصنفہ نے بتایاہے کہ رشک قمرنے اچھی زندگی گذارنے کی کوشش میں کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔ نہ کرنے والے کام بھی کیے مگر اپنی کوششوں میں ناکام رہی۔ اسی لیے وہ اگلے جنم میں عورت نہ بننے کی دعائیں مانگتی ہے۔
- ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنے حالات کو کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرنا اور کسی سے مدد نہ مانگنا اور اپنے حالات کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کرنا خود داری کی بات ہے۔
- دل دھک سے رہ جانا، آنکھ پر ٹھیکری رکھنا ، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا محاورے ہیں۔
- "بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہی بھلی " ضرب المثل ہے۔

- قرۃ العین حیدر مشکل سے سمجھ میں آنے والی مصنفہ مشہور ہیں۔
- قرۃ العین حیدر زبان و بیان پر بھرپور قدرت رکھتی ہیں۔

3.12 اختتامی سوالات

مندرجہ ذیل سوالوں کے مختصر جواب اپنی کاپی میں لکھیے۔

1۔ جمیلن کا خالی پلنگ اور کونے میں کھڑی بیساکھیاں دیکھ کر رشک قمر کا دل کیوں دھڑک اٹھا؟

2۔ سبق میں سے چند ایسے جملے تلاش کر کے لکھیے جن سے جمیلن کی خوددار طبیعت پر روشنی پڑتی ہو؟

3۔ "دلدل میں پھنسا آدمی باہر نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤ مارتا ہے، روتا نہیں۔ اسے رونے کی فرصت نہیں ہوتی ؟"

یہ باتیں کون سوچ رہا ہے۔ ان جملوں سے اس کی زندگی کا کون سے رخ ہمارے سامنے آتا ہے ؟

4۔ سبق میں پڑھے ہوئے محاوروں کے معنی لکھیے اور اپنے جملوں میں استعمال کیجیے؟

5۔ چکن کاڑھتے ہوئے رشک قمر کو رونا کیوں آگیا؟ اس کے جذبات کو چند جملوں میں بیان کیجیے؟

متن پر سوالات کے جوابات

3.1

1۔ (ii)   2۔ (i)   3۔ (ii)

3.2

1۔ (iii)   2۔ (ii)   3۔ (i)

3.3

1۔ (iii)   2۔ (i)   3۔ (i)